غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

تھک ہار کے بیٹھے ہیں جو چپ سادھ کے سارے
اس عرصۂ محشر میں کوئی کس کو پکارے

مقتل میں کھڑا ہوں میں ہتھیلی پہ رکھے سر
بندھن سبھی توڑے ہیں سبھی چھوڑے سہارے

ساحل پہ کھڑے لوگ بھی محفوظ کہاں ہیں
طوفان وہ آتا ہے کہ ڈوبیں گے کنارے

بستی میں نہیں کوئی بھی شبلیؔ کا مقلد
پتھر نہیں منصور کو اک پھول ہی مارے

میں سر میں لیے شوق کا سودا جو کھڑا ہوں
ہیں سنگ بدستوں کے میری سمت اشارے

کوئی ایک تو ایسا ہو کہ ظلمت سے نکالے
انسان کو انسان کی سولی سے اُتارے

خالدؔ میں کہوں کیا کہ ہوئی تنگ زمیں اب
ہر شخص ہے سہما ہوا اب خوف کے مارے